انشائے غالب یا منشائے غالب؟

(مکتوبات فارسی غالب، تراجم کے سلسلے میں پرتو روہیلہ کی ترجمہ نگاری کا تنقیدی جائزہ)

Ghalib's Style or Intended Meaning?

A Critical Analysis of Partav Rohila's Translation of Ghalib's Persian Correspondences

Dr. Saleha Nosheen

Lecturer in Urdu, Gordon College Rawalpindi

Email: Salehanosheen786@gmail.com ORCID: https://orcid.org/0009-0003-4200-144X

Abstract:

Translation is an art that requires skills for the transference of meaning and sense of a text from one language to another. Literary translation is more subtle and, as such, requires more adeptness when it comes to the conveying of a writer's intended meaning to the readers in a different language. The letters written by Mirza Beg Asad Ullah Khan (1797-1869) aka Ghalib are of seminal importance for the researchers in the field of Urdu literature as they depict not only Ghalib's views and events of his personal life but also provide valuable glimpses into the sociopolitical landscape of Indian Subcontinent of the nineteenth century. However, the ones that he penned down in Persian remained out of reach for his Urdu readers for a very long period of time due to the dearth of standard translation that would simultaneously retain the aesthetics of his Persian letters while translated into Urdu and the equivalence of difficult words and phrases that would be relatable to the ones rooted in the culture of Indian subcontinent. From 1996 to 2015, Partav Rohila (1932-2016) undertook this momentous task of translating all the letters written by Ghalib, in Persian, to different addressees during his life into Urdu. Over the span of these 19 years of rigorous research into Ghalib's correspondences in Persian language, Rohila compiled five collections of the letters that were earlier published but lacked the hallmarks of a satisfactory translation as the comparative analysis of the translation of some of these letters cited in the present study suggests. This study is an endeavor to critically evaluate this seminal contribution of Rohila towards the enrichment of Ghalibian Studies. In this connection, the researcher has taken care of analyzing the translation done by Rohila by keeping in mind the main criteria of literary translation i.e. it should not sacrifice the aesthetics of the source text for dragging the meaning from the source language to the target language, it should not leave any lacunae which may confound the reader of the target text and it should be in accordance with the writer's intended meaning, style and desired impact. The significance of the present oeuvre of the researcher lies in the urgency of the authentic works of translation which are vital not only for widening the canon of Urdu literature and the works of stalwarts like Ghalib but also for globalizing, hitherto, the lesser-known works.

Keywords:

Ghalib, Persian, translation, letters

ترجمہ ایک زبان میں موجود مواد کا دوسری زبان میں نقل کرنے کا عمل ہے۔ ترجمے کا عمل ایک علمی اور ادبی پیکر کو دوسرے پیکر میں اس احتیاط اور خوبی سے دکھانا ہے کہ اس کا ڈیل ڈول، شکل وشباہت، ناز وانداز اور جذبات وخیالات پورے طور پر منتقل ہو جائیں۔ ترجمہ میں تخلیق پارے جیسا رنگ ڈالنا کمال سمجھا جاتا ہے۔ ہر زبان کا اپنا لب ولہجہ، اپنے الفاظ و امثال اور اپنے استعارات ومحاورات ہوتے ہیں۔ ان سب کا ادراک کر کے ترجمہ کرنا واقعی ایک محنت طلب اور سنجیدہ عمل ہے۔ یہ ایک داخلی تجربہ ہے جس کا میلان طبعی بھی ہے اور حسب ضرورت بھی کیونکہ کوئی سیاسی وسماجی یا تہذیبی صورت حال کسی متن کے ترجمے کا تقاضا کرتی ہے۔

ڈاکٹر عبد الحق کے مطابق ترجمے کا آغاز انسانی تہذیب کی ابتدا سے ہوتا ہے:

> "ترجمہ کا مفہوم کسی خیال کا دوسرے تک منتقل کیا جانا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا آغاز انسانی تہذیب کی ابتدا سے ہوتا ہے سب سے پہلے انسان نے اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے لکڑی اور لکیر کا سہارا لیا۔ بعد ازاں ان ٹوٹتی اور بکھرتی لکیروں کو مربوط کر کے تصویروں کو استعمال کیا۔ یہ تصویریں Hierogly Phics یا مقدس تحریریں قرار پائیں۔ ان سے حروف تہجی ایجاد ہوئے رفتہ رفتہ زبان وجود میں آئی جو مفروضہ صوتی علامات کا مجموعہ ہے گویا عقیدہ وافکار نے زبان کو جنم دیا اور اسے پروان چڑھایا۔"[1]

ادب کے میدان میں ترجمے کا عمل بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ کے مطابق ہم خواہ ترجمے کو طبع زاد نہ ہونے کے سبب ثانوی درجہ کیوں نہ دے اس کے باوجود اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ یہ اقدام عالم میں اختلاط کا نہایت عمدہ وسیلہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع پیمانے پر تہذیب وتمدن میں تبادلے کا پیش خیمہ بلکہ اس کی واحد عملی صورت ہے۔ یہ باہمی لین دین کا اٹوٹ سلسلہ ہے جو ہمیشہ بنی نوع انسان کے لیے سود مند ثابت ہوا ہے۔ چونکہ ترجمہ دو مختلف زبانوں کے درمیان پل کا کام کرتا ہے۔ اس کی لسانی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مترجم کو سنجیدگی، ذہانت، علم اور دونوں زبانوں پر قدرت ہونی چاہیے۔ اس طرح مترادفات، مرادفات اور لفظیات کا شعور اور مشق اس کے علمی تنوع کا باعث ہوتا ہے۔ عموماً مترجم لفظوں کے چناؤ پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ نئے نئے مشتقات وضع کرتا ہے۔ ایسا اس وقت ممکن ہوتا ہے جب مترجم دونوں زبانوں کی فنی نزاکتوں سے واقف ہو۔

اردو کا ابتدائی شعری ونثری ادب زیادہ تر ان تراجم پر مشتمل ہے جن کا آغاز سترہویں صدی کے اوائل میں ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں فورٹ ولیم کالج کے تحت فارسی کے داستانوی ادب کے تراجم کیے گئے۔ زبان وادب میں اب تک ترجمے کا جتنا بھی کام ہوا ہے ہم اسے مجموعی اعتبار سے دو بڑے زمروں میں رکھ سکتے ہیں:

۱۔ موضوعاتی

۲۔ ہیئتی یا فنی

موضوعاتی زمرے میں ترجمے کی درج ذیل اقسام شمار کی جاتی ہیں:

۱۔ علمی ترجمہ

۲۔ ادبی ترجمہ

۳۔ صحافتی ترجمہ

بلحاظ ہیئت ترجمے کی درج ذیل اقسام کی جاسکتی ہیں:

۱۔ لفظی ترجمہ

۲۔ آزاد ترجمہ

۳۔ تخلیقی ترجمہ

ترجمہ کی یہ گروہ بندی حتمی نہیں کہی جاسکتی۔ ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔ اس سلسلے میں ترجمے سے ذہنی مناسبت بے حد ضروری ہے۔ اس کے باوجود کچھ اصول وضوابط ایسے بھی ہیں جن سے کماحقہ واقفیت کے بغیر مثبت نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے جو اس فن کا تقاضا ہے۔

غالبؔ کی منفرد شخصیت اور بے مثال شاعری نے جہاں قارئین کو اپنا گرویدہ بنایا ہے وہاں ان کی نثر کی دل آویزی نے بھی اہل علم دانش کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ غالبؔ کی نثری تخلیقات کا بیشتر حصہ مکتوبات کی صورت میں موجود ہے جن میں ''اردوئے معلیٰ'' اور ''عودِ ہندی'' اردو مکتوبات ہیں جب کہ پنج آہنگ نامہ ہائے فارسی غالب، متفرقات غالب، ماثر غالب اور باغ دودر ان کے فارسی خطوط کے مجموعے ہیں۔

غالب کو اپنی فارسی دانی پر ناز تھا۔ لہٰذا فارسی تخلیقات زیادہ توجہ اور غور وفکر کا تقاضا کرتی ہیں۔ مختلف اوقات میں کئی مترجمین نے غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ کیا ہے مگر یہ امتیاز جناب پرتوروہیلہ کے حصے میں آیا ہے کہ انھوں نے نہ صرف غالب کے تمام دستیاب فارسی مکتوبات کو اردو کے قالب میں ڈھالا بلکہ ان خطوط کا ''کلیات'' بھی مرتب کیا نیز غیر مدون خطوط کو بھی مدون کیا اور ان کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

مرزا غالب کے فارسی مکتوبات ایک قیمتی خزانہ ہیں۔ ان کی فارسی مکتوب نگاری ان کی زندگی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ غالب کی فعال زندگی کے احوال، اسفار اور روز وشب کے رنگ ان کے فارسی خطوط میں ملتے ہیں۔ اردو ادب کا ایک بڑا حلقہ فارسی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے غالب کی فارسی نثر سے محروم رہا ہے بعض اہل علم نے منتخب مکاتیب کا اردو ترجمہ کیا ہے مگر وہ صحیح معنوں میں حق ادا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ کسی نے چند خطوط، کسی نے ایک مجموعہ ترجمہ کر دیا مگر یہ کام مکمل نہ ہو سکا۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقعے پر غالب کے متون اور بعض کتابوں کے ترجمے شائع کیے۔ ''باغ دودر'' کے ساٹھ خطوط کا ترجمہ جناب سید وزیر الحسن عابدی نے کیا۔ اسی عرصے میں پنج آہنگ کے آہنگ پنجم کا ترجمہ محمد عمر مہاجر نے کیا۔ نام ور غالب شناس جناب لطیف الزماں نے سید اکبر علی ترمذی کی مرتبہ کتاب ''نامہ ہائے فارسی'' کو اردو میں ترجمہ کیا۔ تقریباً ڈیڑھ صدی گزر جانے کے باوجود غالب کے تمام فارسی خطوط اردو کے قالب میں نہ ڈھل سکے۔ جناب پرتوروہیلہ نے اپنی مستقل مزاجی اور سخت محنت سے یہ کام مکمل کر دیا ہے۔ یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جناب پرتوروہیلہ نے یہ عظیم کام مشفق خواجہ کے اصرار پر شروع کیا۔ انھوں نے فارسی زبان میں ماسٹرز کیا تھا۔ نیز ان کا بچپن ریاست روہیل کھنڈ میں گزرا، جہاں بچپن میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی وفارسی زبانوں میں خاص تعلیم دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد مشفق خواجہ نے ان کی ذہانت و قابلیت کو دیکھتے ہوئے ان سے غالب کے فارسی مکاتیب کا اردو ترجمہ کرنے کی فرمائش کی۔

ناقدین ادب نے غالب کے احوال و آثار کی تحقیق و تجزیے کے لیے ان کے اردو مکاتیب کا باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور اس سے مفید نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے فارسی خطوط جو ان کے عنفوان شباب سے لے کر پچاس سال سے کچھ زائد عمر تک کے نشیب و فراز حیات سے متعلق قیمتی معلومات پر مشتمل ہیں، ان سے اس قدر استفادہ نہیں کیا گیا۔ غالبؔ کی زندگی میں "پنج آہنگ" اور "باغ دودر" دو مکتوبات کے مجموعے ترتیب دیے جا چکے تھے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں "متفرقاتِ غالب"، "مآثر غالب" اور "نامہ ہائے فارسی غالب" کے نام سے ان کے مکاتیب فارسی کے تین اور مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں ان تینوں مجموعوں کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں شامل خطوط غالبؔ کے سفر مشرق اور قیام کلکتہ یا اس کے فوراً بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

سید مسعود حسن رضوی نے متفرقات غالب کے مجموعے کو مرتب کر کے ۱۹۴۷ء میں شائع کیا تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن غالب صدی کے دوران ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا اس میں غالب کی بعض فارسی تحریروں کے علاوہ انچاس فارسی خطوط بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بارہ خط معمولی لفظی اختلافات کے ساتھ اور دو متن کے غیر معمولی فرق کے ساتھ "پنج آہنگ" میں بھی موجود ہیں۔ اس طرح مشترک خطوط کے علاوہ اس مجموعے کی وساطت سے پہلی بار پینتیس خطوط منظر عام پر لائے گئے۔

"مآثر غالب" کے مرتب قاضی عبد الودود ہیں۔ یہ مجموعہ سب سے پہلے "آثارِ غالب" کے نام سے "علی گڑھ میگزین" کے خصوصی شمارے "غالب نمبر" ۴۹-۱۹۴۸ء کے ضمیمے کے طور پر طبع ہوا تھا۔ ۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی اردو صوبہ بہار نے اسے "مآثر غالب" کے نام سے ایک مستقل مجموعے کے طور پر شائع کیا تھا۔ تیسرا مجموعہ "نامہ ہائے فارسی غالب" کے مرتب سید اکبر علی ترمذی ہیں۔ وہ محکمہ آثار قدیمہ، نئی دہلی سے بہ حیثیت ڈائریکٹر وابستہ تھے۔ ۱۹۶۹ء میں غالب اکیڈمی، نئی دہلی کی طرف سے اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ اس مجموعے میں کل اکتیس خطوط شامل ہیں۔ ان میں سے آٹھ خط جزوی طور پر اس مجموعے کے علاوہ "پنج آہنگ" میں بھی ملتے ہیں۔ غالبؔ کے فارسی خطوط کا چوتھا مجموعہ "پنج آہنگ" پانچ حصوں پر مشتمل ہے اس میں غالب کی متفرق فارسی تحریریں شامل ہیں۔ اس کے پانچویں حصے کا نام آہنگ پنجم ہے اس میں اکہتر احباب کے نام فارسی خطوط ملتے ہیں۔ غالب کی زندگی میں "پنج آہنگ" دو مرتبہ شائع ہوئی۔ ترتیب و تدوین کا یہ سلسلہ غالب کی وفات کے بعد بھی جاری رہا لیکن اسے "کلیات نثر غالب" کے عنوان سے شائع کیا جاتا رہا۔ "باغ دودر" غالب کی نگارشات نظم و نثر کا آخری مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے انتقال سے صرف ڈیڑھ سال قبل ترتیب دیا تھا۔ اس میں وہ تمام تحریریں یکجا کر دی گئی ہیں جو "کلیات غالب" اور "کلیات نثر غالب" کی اشاعت کے وقت کسی وجہ سے دستیاب نہیں ہو سکی تھیں یا اس کے بعد لکھی گئی تھیں۔ اس کا واحد نسخہ ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی کی ملکیت تھا[2]۔ انھوں نے اس کا حصہ نظم اورینٹل کالج میگزین، لاہور کے اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے میں شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۱ء کے شمارہ اگست میں حصہ نثر اسی مجلے میں طبع کیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں اورینٹل کالج کے جشن صد سالہ کے موقعے پر اس کا مکمل متن مع حواشی، تعلیقات اور ترجمہ خطوط کی کتابی صورت میں شائع کر دیا۔

اردو دنیا کا ایک بڑا حلقہ اپنی فارسی شناسی نہ ہونے کی وجہ سے غالب کے فارسی مکتوبات کے گنجینے سے محروم رہا ہے۔ غالبؔ کے عقیدت مندوں نے اس طرف دھیان دیا ہے مگر غالبؔ کی نثر کی ہمہ رنگی کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی مشکلات کے باعث اس میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو سکا بعض اہل علم و دانش نے منتخب مکاتیب یا کسی ایک مجموعہ مکاتیب کو اردو کے قالب میں ڈھالا اور پھر مزید آگے نہیں بڑھ سکے۔ یہ سعادت اور عزت جناب پرتو روہیلہ کے حصے میں آئی کہ ڈیڑھ صدی گزر جانے کے بعد انھوں نے غالبؔ کے

تمام دستیاب فارسی مکتوبات اردو کے قالب میں ڈھال دیئے۔ ترجمہ مکتوبات فارسی غالب کی روایت میں پہلا مجموعہ "باغِ دو در" 1968ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ محمد عمر مہاجر نے 1969ء میں ترجمہ کیا۔ "اوراق معانی: غالب کے فارسی خطوط" کا اردو ترجمہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے 1991ء میں طبع کیا۔ "نامہ ہائے فارسی غالب" کا اردو ترجمہ "مکتوبات غالب" کے نام سے لطیف الزماں خان نے 1995ء میں سرانجام دیا اب ہم اس میدان میں پرتو روہیلہ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

(الف) نامہ ہائے فارسی غالب (اردو ترجمہ):

۲۲۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۹۹ء میں ادارۂ یادگار غالب کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ "پیش گفتار" کے عنوان سے پرتو روہیلہ نے موضوع کی اہمیت اور ترجمے کے اہم نکات پر بحث کی ہے۔ ان کے مطابق ان خطوط کو پڑھتے ہوئے انھوں نے بہت لطف اٹھایا ہے۔ اصل مخطوطہ چونکہ کرم خوردہ حالت میں تھا۔ لہٰذا کرم خوردگی اور نقطہ زدہ جگہوں کا آجانا مترجم کے لیے مشکلات کا سبب بنا۔ اگرچہ انھوں نے دہلی سے اس مخطوطے کی مائیکرو فلم منگوانے کی بہت کوشش کی مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

مترجم نے غیر ضروری مترادفات کے انبوہ سے قاری کو بچانے کی کوشش کی ہے تاکہ معنوی حسن قائم رہے۔ نیز ندرت خیال کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ کرم خوردہ جگہوں کی خانہ پری کے لیے فاضل مرتب نے ان خطوط کا جو دوسری جگہ مثلاً "پنج آہنگ" وغیرہ میں بھی شامل ہیں، ان سے تقابل کر کے حتی الامکان خالی جگہوں کو پر کرنے کی سعی کی ہے۔ اس کے باوجود جو جگہیں رہ گئی ہیں انھیں اپنے قیاس سے پر کر کے بریکٹ میں لکھ دیا ہے تاہم اس کے باوجود بھی جو جگہیں رہ گئی ہیں۔ انھیں نقطے لگا کر چھوڑ دیا ہے۔ جہاں تک متن کا مفہوم ساتھ دیتا ہے وہاں بریکٹ لگا کر "قیاسی" لکھ کر مترجم نے اضافہ کر دیا ہے لیکن جس جگہ جملے کی ترتیب ٹوٹ جاتی ہے اور مفہوم بھی ساتھ نہیں دیتا وہاں نثر کا وہ حصہ لکھ کر بریکٹ میں نامکمل لکھ دیا ہے جو الفاظ بے ربط ہیں ان کا اسی صورت میں ترجمہ کر دیا گیا ہے مثلاً:

متن:

> "لعنت خدا بر آں خرابہ باد کہ نہ وروی دوائی در خور بیمار و نہ متاعی شائستہ مردم بزم۔۔۔
> مردوزنش ناپید او مہر و آزرم از طبع پیر و جوانش گم۔"

ترجمہ:

> "اس ویرانے پر خدا کی لعنت برسے کہ وہاں نہ تو بیمار کے لیے دوا ملتی ہے اور نہ کسی مہذب انسان کی ضرورت کی کوئی چیز دست یاب ہوتی ہے۔۔۔ اس کے لوگوں میں نہیں محبت وحیا وہاں کے پیر و جواں میں نایاب ہے۔"[3]

فاضل مترجم نے کاتب کی اغلاط کی بھی اصلاح کی ہے مثلاً:

"دل درد محرم، دوا محروم، ملمع مرہم دارد۔"

پرتو روہیلہ نے اس لفظ "ملمع" پر بہت غور و فکر کی۔ کوئی لغت ساتھ نہیں دے رہی تھی یعنی کسی طرح یہ لفظ اپنے معنی کے ساتھ اس سیاق سباق میں مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ یہ لفظ "طمع" ہے جسے "ملمع" لکھا گیا تھا۔[4]

اسی طرح ایک اور جگہ کاتب کا سہو بیان کرتے ہیں:

"در ہر گام از خار و خارہ بردم تیغ مالاں گاہ از شدت پر دلیہا (کذا) افسردہ ورنجور و گاہ از تالم
گردش ایام ستم رسیدہ نالاں۔"

فاضل محقق و مترجم کے نزدیک اس جملے میں "پُر دلیہا" کسی طور نہیں آسکتا۔ بہت غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہاں پر کاتب سے بڑا سہو ہوا ہے۔ اس لفظ سے جملے کا مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ خط مجلس یادگار غالب پنجاب یونیورسٹی لاہور کی مطبوعہ "پنج آہنگ" میں بھی شامل تھا۔ اس لیے اس سے موازنہ کرتے وقت یہ گتھی سلجھ گئی اور معلوم ہوا کہ یہاں پر "پُر دلیہا" نہیں "بر دلیالی" ہے۔[5]

ڈاکٹر شکیل پتافی کے نزدیک پرتو روہیلہ نے اس مجموعے میں کوئی نیا اور منفرد کارنامہ سرانجام نہیں دیا بلکہ انھوں نے بعض فارسی تراکیب کا ترجمہ کیے بغیر انھیں اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا ہے۔[6] راقم کی ادنیٰ رائے میں پرتو روہیلہ نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ متن کی ندرت قائم رہے۔ فاضل مترجم کی قوسین میں دی گئی عبارتوں کے بارے میں ڈاکٹر شکیل پتافی کی رائے ہے کہ اپنے وضاحتی کلمات کا اضافہ کرنا ترجمہ نگاری کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں وہ "نامہ ہائے فارسی غالب (اردو ترجمہ) کا اقتباس پیش کرتے ہیں:

"قبلہ پرستوں کے قبلہ اور جویان حق کے کعبہ (خدا آپ کو) سلامت (رکھے)! (یہ فدوی) اپنے آپ کو (آپ کی) خاطر خطیر میں یاد دلانے کو وجودِ سعادت کے لوازم میں سے سمجھ کر گزارش مراسم نیاز کو حصول مدعا کی تعریف قرار دیتا ہے۔"[7]

اس اقتباس پر اپنی تنقیدی رائے پیش کرتے ہوئے فاضل نقاد لکھتے ہیں:

"غور فرمائیے کس قدر ثقیل اور ادق عبارت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اس عبارت کو مزید ترجمے کی ضرورت ہے، ورنہ ادب کا ایک عام قاری ترجمے کی موجودہ شکل کو نہیں سمجھ سکتا۔ غالب کے فارسی خطوط کے اس ترجمے کو اگر سادہ اور عام فہم الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی تو بلاشبہ اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہو جاتا۔"[8]

جب کہ "پیش گفتار" میں پرتو روہیلہ وضاحت کر چکے ہیں کہ قوسین کا استعمال سلاست و روانی کے لیے کیا گیا ہے۔ فاضل مترجم اردو اور فارسی زبانوں کے تہذیبی مزاج سے پوری طرح آگاہی رکھتے ہیں انھوں نے غالب کی مشکل فارسی انشا کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد:

"مترادفات کے بے جا استعمال سے گریز پائی کے باعث ان کا یہ ترجمہ اپنے دروبست میں چست اور ہموار ہے اور مترادفات سے پیدا ہونے والی الجھنوں سے مبرا ہے۔ ایک محتاط مترجم کی طرح انھوں نے عبارت کے مقدرات کو ترجمہ کرتے ہوئے قوسین میں رکھا ہے۔"[9]

ترجمہ نگاری ایک محنت طلب کام ہے۔ ترجمہ کرتے ہوئے مترجم کو مصنف کی سوچ، دوسری زبان میں منتقل کرنی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اگر موضوع پیچیدہ اور فلسفیانہ ہو تو ترجمہ بھی مبہم ہو جاتا ہے۔ غالبؔ چونکہ فلسفی شاعر تھے۔ لہٰذا ان کے فارسی

خطوط میں بھی فلسفیانہ مضامین پائے جاتے ہیں تاہم مترجم نے ماہرانہ فن کاری سے فارسی متن کو اردو میں ترجمہ کیا ہے کہ تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ نیز قاری کے لیے تفہیم میں آسانی ہوتی ہے۔

> "جناب کے گرامی نامے کا انتظار ہے اور بس! ہر چند کہ دو ماہ میں دن رات بہت ہیں (اور) اہل توکل تو اگر قتل ہونے میں صرف ایک رات باقی ہو تب بھی نہیں ڈرتے، لیکن بشریت کا تقاضا ہی جدا ہوتا ہے کہ انسان کو کبھی ماضی کے تصور میں ڈال دیتا ہے اور کبھی مستقبل کے ہیولے اس کے ضمیر پر ثبت کر دیتا ہے، ورنہ حق تو یہ ہے کہ حال کے علاوہ ماضی و مستقبل کوئی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ حال بھی ایک نقطۂ موہوم ہے، جسے گردش فلک کی بنا پر لوگوں نے فرض کر لیا ہے اور اسی طرح گردش فلک بھی عالم وہم و خیال کی ایک کیفیت سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ (حقیقت یہ ہے کہ) اس کا کوئی وجود نہیں۔۔۔ اور کوئی موثر فی الوجود نہیں، خدا کے سوا!"۔[10]

(ب) "باغ دودر" غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ:

ساٹھ خطوط پر مشتمل یہ مجموعہ ۲۰۰۰ء میں بزم علم و فن پاکستان (اسلام آباد) سے شائع ہوا۔ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا انتساب مشفق خواجہ صاحب ہیں۔

اس ترجمے کا دیباچہ ڈاکٹر عبدالوحید قریشی نے تحریر کیا ہے۔ وزیرالحسن عابدی نے غالب کی آخری مکاتیب کی کتاب "باغ دودر" کو اوّل دو قسطوں میں اورینٹل کالج میگزین میں شائع کیا تھا۔ پہلی اشاعت ۱۹۶۰۔ ۱۹۶۱ء جب کہ دوسری اشاعت ۱۹۶۸ء ہوئی۔ فاضل مترجم نے دونوں اشاعتوں کا موازنہ کیا ہے اور ان کے نزدیک پہلی اشاعت زیادہ مستند ہے جب کہ دوسری میں وہ احتیاط نہیں برتی گئی۔ عابدی صاحب کے ترجمے کے ساتھ جہاں کہیں فاضل مترجم کو اختلاف ہوا ہے اس اختلاف کو حواشی میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔:

اس مجموعے میں ساٹھ ایسے خطوط ہیں جو پہلے کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ ان میں سے گیارہ خطوط ہرگوپال تفتہ، تیرہ خطوط احمد حسین خان مکیش اور تیرہ بنام جواہر سنگھ جواہر ہیں۔ باقی خطوط غالب کے چودہ معاصرین کے نام ہیں۔ یہ خطوط نہ صرف ادبی بلکہ تاریخی سطح پر بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ پرتو روہیلہ لکھتے ہیں کہ اس کتاب کا روایتی ترجمہ پہلے نہیں ہوا۔ پنجاب یونیورسٹی کی سو سالہ تقریبات کے موقع پر جو دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اس میں وزیرالحسن عابدی نے ان خطوط کی تلخیص کی ہے۔[11]

لہٰذا روایتی ترجمے کی ضرورت کے پیش نظر پرتو روہیلہ نے اس مجموعے کا اردو ترجمہ تحریر کیا۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں فارسی متن، حواشی اور تعلیقات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ مترجم کے نزدیک القاب و آداب کا من و عن ترجمہ کر دیا گیا ہے اور جہاں جہاں مناسب تھا مترادفات کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس ترجمے میں عابدی صاحب کے ترجمے سے خاص مدد لی گئی ہے نیز جو توضیحاتی الفاظ فاضل مرتب نے قلابین [ ] میں لکھے ہیں ان کو من و عن ترجمے میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ترجمے کو باربط اور رواں رکھنے کے لیے کسی کسی جگہ قوسین میں ایک آدھ لفظ بڑھا دیا گیا ہے۔

اس ترجمے میں صفحہ نمبر ۱۹ تا ۱۱۶ فارسی خطوط کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خطوط کا فارسی متن شامل کیا گیا ہے۔ مکتوب الیہم کے حالات زندگی بھی درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں "فرہنگ" کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معانی دیے گئے ہیں۔ اس

طرح یہ کتاب ایک مربوط اور جامع مجموعے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ترجمے کو خالصتاً تحقیقی انداز میں ترتیب دیا گیا ہے حتیٰ کہ عربی کے روایتی دعائیہ کلمات از قسم طال عمرہ، دام برکاتہ وغیرہ کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شکیل پتافی اس ترجمے کو مستند قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "نامہ ہائے فارسی غالب" کے ترجمے کی نسبت پرتو روہیلہ کا زیر بحث ترجمہ نہایت عمدہ، سلیس اور رواں ہے۔ ایک تو ان خطوط کا کوئی جملہ ایسا نہیں جسے پرتو روہیلہ نے ترجمے کے قالب میں نہ ڈھالا ہو اور دوسرا یہ کہ اسے انھوں نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ عام فہم اور بامحاورہ بنانے کی کوشش کی ہے۔"[12]

فارسی مترجم کے لیے اور خصوصاً ہندوپاک کی قدیم فارسی کے مترجم کے لیے کچھ مشکلات مخصوص ہوتی ہیں مثلاً فارسی میں اردو کی ضمیر "آپ" کا کوئی مخصوص متبادل نہیں۔ لفظ "شما" آپ اور تم دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مترجم کو بہت احتیاط سے کام کرنا ہوتا ہے اس مشکل کو غالب کا طرز تحریر اس وقت اور بھی زیادہ مشکل بنا دیتا ہے جب وہ کسی جگہ ایک ایک جملے میں دو دو ضمیروں کو استعمال کرتے ہوئے "تم" اور "آپ" دونوں کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام تیسرے خط میں لکھتے ہیں:

> "تم بھی کمال کرتے ہو۔ مجھے خط لکھا لیکن یہ نہ لکھا کہ جب میں تمھیں خط لکھوں تو پتہ کیا لکھوں۔ اس بار یہ تحریر تمھارے والد رائے چھجمل کو دے رہا ہوں کہ اسے خط کے ساتھ بھیج دیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آیندہ آپ اپنی قیام گاہ کا پتہ لکھیں تاکہ میرا خط بغیر کسی واسطے کے تمھارے پاس پہنچے۔ دوسرے مجھے یہ بے چینی بھی ہے کہ بھلا پتہ لکھنے کی جگہ کو آپ نے میرے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیوں کر ڈالا اور عرفیت و تخلص وچاہ و گزر کیوں لکھا؟ کیا آپ کو علم نہیں کہ فارسی اور انگریزی کے خطوط ہر مہینے دو چار میرے پاس ہر طرف سے آتے ہیں اور ان پر سوائے اس کے کہ دہلی میں اسد اللہ کو ملے اور کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اگرچہ تمھارے خیال میں میں بے حیثیت اور گمنام ہوں اور عرفیت کے سوا اپنے نام کے لائق بھی نہیں لیکن دوسرے لوگ تمھارے خلاف مجھے نامور گردانتے ہیں۔"[13]

ج: مآثر غالب: (غالب کی کم یاب نظم و نثر کا مجموعہ):

اس کتاب کی طبع اوّل ۱۹۴۹ء اور طبع دوم ۱۹۹۵ء میں پٹنہ (بھارت) میں ہوئی جب کہ تیسری اشاعت ۲۰۰۰ء میں ادارہ یادگار غالب کراچی کے زیر اہتمام ہوئی۔ موجودہ طبع سوم ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے کا اہم ترین سرمایہ وہ فارسی خطوط ہیں جن کا ترجمہ فاضل مترجم پرتو روہیلہ نے کیا ہے۔ یہ کل بتیس خط ہیں جن میں سے چوبیس مرزا احمد بیگ تپاں کے نام ہیں۔ باقی آٹھ خطوط میں سے تین خواجہ محمد حسن کے نام، دو خواجہ فیض الدین حیدر شائق جہاں گیر نگری کے نام اور ایک ایک نواب علی اکبر خاں، مولوی سراج الدین احمد اور خواجہ فخر اللہ کے نام ہیں۔

"ماثر غالب" کے مرتب قاضی عبدالودود ہیں جب کہ تصحیح و ترتیب جدید ڈاکٹر حنیف نقوی نے کی ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں نظم و نثر فارسی شامل ہیں جب کہ دوسرے حصے میں غالب کے فارسی خطوط مرقوم ہیں۔ اس کے بعد قاضی عبداللہ کے مرتب کردہ حواشی درج ہیں۔ صفحہ ۱۳۵ تا ۱۴۸ ڈاکٹر حنیف نقوی نے حواشی درج کیے ہیں۔

"ماثر غالب" کا انتساب ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے نام کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کے ہر خط میں قوسین کے اندر آخر میں اس کے زمانہ تحریر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اگر طبع اوّل میں کوئی لفظ غلط ہے اور اصل ماخذ کی مدد سے اس کی تصحیح ممکن ہے تو متن میں صحیح لفظ لکھ کر حاشیے میں اس غلطی کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ اس مجموعے کے صفحہ ۲۲۱ تا ۲۴۹ پر غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ خطوط میں شامل اشعار اور مصرعوں کا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ نیز فاضل مترجم نے خطوط کے ترجمے کے بعد توضیحات اور حواشی بھی تحریر کیے ہیں جو ان کی محنت اور لیاقت کا مظہر ہیں مثلاً:

"خط:۱۴ کے حاشیے میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

> "استشعار" کے معنی "استفسار" نہیں۔ یہ کاتب یا غالب کی غلطی ہے۔ سو اس بارے میں یہ عرض ہے کہ یہ عربی میں "باب استفعال" سے ہے اور اس کے معنی "شعور چاہنا" ہیں۔ اس معنی کو ذہن میں رکھیں تو یہ لفظ جملے میں بالکل درست استعمال ہوا ہے۔ چناں چہ یہ نہ کاتب کی غلطی ہے اور نہ غالب کی۔"[14]

خط: ۲۲ کے حاشیے میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ "چندم" اب تک کہیں میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے پرتو روہیلہ حواشی میں رقم طراز ہیں:

> "یہ عجیب اعتراض ہے۔ یہ مستند فارسی کا روزمرہ کا لفظ ہے اور اردو کے الفاظ "کون سا" یا "کون سی" کے مترادف ہے، مثلاً اگر فارسی میں کہیں: تم کون سی کلاس میں پڑھتے ہو؟" تو کہیں گے: "شما در کلاسِ سی چندم درس می خوانید؟" اس لحاظ سے غالب نے "چندم ربیع الاوّل" بالکل درست لکھا ہے۔"[15]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاضل مترجم نے صرف خطوط کے ترجمے پر ہی اکتفا نہیں بلکہ وہ فارسی زبان کے اصول و قواعد سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ کتاب کے آخر میں مختصر فرہنگ بھی فاضل مترجم کی علمیت کی غماز ہے۔ ایک عہد ساز شخصیت کی نفسیات کے مطالعے، اس کے معمولات و مشاغل سے واقفیت اور اس کے معاشرے سے آگاہی حاصل کرنے میں جس قدر مدد اس کے خطوط سے ملتی ہے کسی اور ذریعے سے نہیں مل سکتی لیکن اس کے لیے مکتوب الیہ کا معلوم ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ نامعلوم مکتوب الیہ کی صورت میں معلومات کے نتائج غلط بھی ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ نگاری کے لیے مترجم کو وسیع القلبی، وسیع العلمی اور متعلقہ زبان کی تہذیب و تمدن سے ہر ممکن آشنا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فاضل مترجم نے غالب کے خطوط کو ترجمہ کرتے ہوئے اس اصول کی پیروی کی ہے، مرزا احمد بیگ تپاں کے نام خط نمبر ۲ میں ہندوستانی رسوم کی ترجمانی عمدہ انداز میں کی گئی ہے گویا محسوس ہوتا ہے کہ غالبؔ نے اردو زبان میں خط تحریر کیا ہو:

"بندہ نواز! آپ کا گرامی نامہ پہنچا اور منکشف احوال ہوا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ رسم بر سر محفل ادا کروں کیونکہ میں اپنے شہر میں یہ نہیں دیکھا کہ بسم اللہ کی خوشی کی مجلسوں میں کوئی چیز بچے کو دیتے ہوں، البتہ ختنے کی تقریب میں ایسا ہوتا ہے لیکن بسم اللہ کی تقریب میں دو رسمیں میں نے شہر میں دیکھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بچے کے چچا اور بھائی اس مولوی کو، جو سورہ اقراء" پڑھاتا ہے کچھ دے دلا دیتے ہیں اور بس۔ دوسرے یہ کہ میوے کے خوان اور زر نقد بطور مبارک بادی کے بھیجتے ہیں، فقط۔ چناں چہ مولوی کو کچھ نذر کرنے کی جب رسم ہی اس علاقے میں نہیں ہے تو اس کو یہاں کیوں کیا جائے۔[16]

"نامہ ہائے فارسی"، "باغ دودر" اور "آثار غالب" کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے جناب پرتو روہیلہ کی ترجمہ نگاری میں بتدریج سلاست اور روانی آئی ہے اور قلابین کا استعمال کم ہوا ہے نیز حواشی و توضیحات کا اہتمام ان کے کہنہ مشق مترجم ہونے کی دلیل ہے۔

آہنگ پنجم:

غالب کے فارسی خطوط کے ترجمے کے سلسلے میں "آہنگ پنجم" پرتو روہیلہ کی چوتھی ادبی کاوش ہے۔ یہ کتاب ادارہ یادگار غالب کراچی سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں کل ۱۶۹ خطوط شامل ہیں جو اے مکتوب الیہم کو لکھے گئے ہیں۔ ۲۸۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں خطوط کے تراجم کے ساتھ ساتھ، ان میں موجود فارسی اشعار کا بھی عمدہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کا پیش گفتار ۸۵ صفحات پر محیط ہے جسے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے لکھا گیا ہے۔ پنج آہنگ کا پہلا ایڈیشن غالب کی زندگی میں طبع ہوا تھا اس سلسلے میں ڈاکٹر حنیف نقوی رقم طراز ہیں:

"پنج آہنگ" کا پہلا ایڈیشن ۱۲۶۵ھ،۱۸۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد غالب کی زندگی میں اپریل ۱۸۵۳ء اور جنوری ۱۸۶۸ کا ایڈیشن "کلیات نثر غالب" کے ایک حصے کے طور پر مطبع نول کشور سے شائع ہوا تھا۔"[17]

"پنج آہنگ" کے خطوط غالب کی زندگی میں ان کی منشاء کے مطابق اور نظر ثانی کے بعد شائع ہوئے تھے اس لیے ان کے متن اور مکتوب الیہم مستند ہیں۔ بعد ازاں محمد عمر مہاجر نے ادارۂ یادگار غالب، کراچی کے زیر اہتمام اس کتاب کا اردو ترجمہ "آہنگ پنجم" کے نام سے کیا۔ ۱۹۶۹ء میں شائع ہونے والے اس ترجمے کی صفحات کی تعداد ۲۰۰ تھی۔ غالب کو اپنی فارسی دانی پر فخر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشکل الفاظ و تشبیہات کی بدولت کسی صاحب علم نے ایک عرصے تک اس مجموعے کے ترجمے کی جسارت نہیں کی۔ اس سلسلے میں سبط حسن لکھتے ہیں:

"کسی غالب شناس کو اب تک اس کے ترجمے کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مشکل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے ارباب قلم اپنی اردو تحریروں میں غالب کے فارسی خطوط کے اقتباس دینے میں تو بخل نہیں کرتے لیکن ترجمہ کرنے سے گریز کر جاتے ہیں۔"[18]

پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کا یہ پہلا ترجمہ تھا۔ محمد عمر مہاجر نے کتاب کو ضخامت سے بچانے کے لیے فارسی متن شائع نہیں کیا نیز متن میں موجود اشعار کا ترجمہ بھی نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ حواشی کا اہتمام بھی نہیں ملتا۔

"پنج آہنگ" کا دوسرا ترجمہ "اوراق معانی" کے عنوان سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے انجام دیا جو دہلی اردو اکادمی سے ۱۹۹۱ء میں طبع ہوا۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۶ء میں بک کارنر جہلم (پاکستان) نے شائع کیا۔

اس ترجمے میں مترجم نے غالب کے اسلوب نگارش کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ "پنج آہنگ" کے دو تراجم ہو جانے کے باوجود کچھ اغلاط کے پیش نظر اس کے تیسرے ترجمے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چنانچہ کالی داس گپتا رضاؔ نے سب سے پہلے پرتو روہیلہ کو پنج آہنگ کے فارسی خطوط کے ترجمے کی ترغیب دی۔ فاضل مترجم کو جب تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کے پہلے ہی دو تراجم ہو چکے ہیں تو مزید ترجمے کا خیال ترک کر دیا لیکن کالی داس گپتا رضاؔ کے شکوک وشبہات کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب پرتو روہیلہ نے پنج آہنگ کے متن اور تراجم کا تقابلی جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کا از سر نو ترجمہ ہونا چاہیے کیونکہ ان تراجم میں بہت تسامحات تھیں۔

"پنج آہنگ" کا نسخہ ۴۰۵ صفحات پر مشتمل تھا۔ جب کہ اس کا ترجمہ ۱۹۱ صفحات پر محمد عمر مہاجر نے سمیٹا ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کے متن کا مکمل ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ خلاصہ اور تلخیص کی گئی ہے۔

"پنج آہنگ" دراصل پانچ حصوں پر مشتمل غالب کے متفرق فارسی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کے پانچویں حصے کا نام "آہنگ پنجم" ہے، جس میں اے مکتوب الیہم کے نام ۱۶۹ فارسی خطوط تحریر کیے گئے ہیں۔ محمد عمر مہاجر کے ترجمہ کردہ غالب کے فارسی خطوط میں موجود اغلاط کے پیش نظر پرتو روہیلہ نے "آہنگ پنجم" کے دوسرے اردو ترجمے کا جائزہ لیا۔ یہ دوسرا ترجمہ "اوراق معانی" کے نام سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ترجمہ وترتیب دیا تھا۔

"پنج آہنگ" کے "آہنگ اوّل" میں فارسی مکتوب نگاری کے لیے قوانین مرتب کیے گئے ہیں۔ مرزا علی بخش خاں جو رشتے میں غالب کے سالے تھے، انھوں نے غالب سے فرمائش کی تھی کہ ان کے لیے ایسے تمام کلمات جمع کر دیں جو رسمی القاب وآداب ، شکر وشکوہ اور شادی وغم کے موقعوں پر خطوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس پر غالب نے "آہنگ اوّل" مرتب کیا۔

فاضل مترحم کے نزدیک فارسی مکتوب نگاری میں غالب کا اسلوب ابو الفضل اور بیدل سے متاثر ہے جب کہ اردو مکتوب نگاری میں انھوں نے دستور العمل کی پیروی کی ہے۔

"خاتمہ پنج آہنگ" میں غالبؔ اپنی فارسی مکتوب نگاری کو وداع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: "لیکن اب وہ روش میں نے چھوڑ دی ہے۔ اس کے بعد میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار،
جو دور ونزدیک کے دوستوں پر کرنا ہوگا، اردو زبان میں اور وہ بھی بہت سادہ اور تکلف سے
بری زبان میں کیا کروں گا تاکہ زندگی آسان ہو جائے۔"[19]

"پنج آہنگ" کے "آہنگ پنجم" کا یہ ترجمہ پرتو روہیلہ کے پہلے ترجموں سے منفرد اس لیے بھی ہے کہ اس میں انھوں نے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے الفاظ مترادفات اور جملہ سازی میں پہلے ترجموں سے زیادہ نکھار اس مجموعے کے ترجمے میں ملتا ہے ۔ اس مجموعے میں قلابین کا استعمال کم ہوا۔ یہ مجموعہ سب سے ضخیم مجموعہ خطوط ہے۔ اس میں ۱۶۹ خطوط فارسی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ نیز پرتو روہیلہ نے "آہنگ پنجم" کے پہلے مطبوعہ دونوں تراجم کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان میں موجود اغلاط کا ازالہ کیا ہے۔ مشکلات

معنی کے سلسلے میں اہل علم و دانش سے استفادہ کیا ہے۔ مختصر یہ کہ مکمل دیانت داری کے ساتھ ماہر مترجم نے اس ذمہ داری کو مکمل کیا ہے۔ جناب مشفق خواجہ ان کے اس ادبی کارنامے سے متعلق رقم طراز ہیں:

> ”پرتو روہیلہ نے غالب شناس کے لیے جو مشکل اور دشوار گزار راستہ اختیار کیا ہے اور اس پر وہ جس سلاست روی سے گامزن ہیں، اس کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں۔ ایک ایسے دور میں جب ہماری علمی، ادبی اور مجلسی زندگی سے فارسی کا برائے نام تعلق بھی باقی نہیں رہا، غالب کے فارسی خطوط سے استفادہ کرنا تو کیا، ان خطوں کو جزوی طور پر سمجھنا بھی کار محال ہے۔ پرتو روہیلہ نے فارسی خطوط غالب کے کئی مجموعوں (نامہ ہائے فارسی غالب، آثر غالب، باغ دودر) کو پے در پے اردو منتقل کرکے غالب اور پرستاران غالب کے درمیان اجنبیت کی فضا کم کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس سلسلے کی تازہ ترین کڑی، ”پنج آہنگ“ میں شامل خطوط کا زیر نظر ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کے ذریعے اردو والوں کو پہلی مرتبہ اس فضا میں سانس لینے کا موقع ملے گا جو غالب نے ان خطوں کو فارسی میں لکھتے وقت تخلیق کی تھی۔ پرتو روہیلہ فارسی زبان پر ماہرانہ دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ غالب کے مزاج دان بھی ہیں۔ اسی لیے انھوں نے انشائے غالب کو منشائے غالب کے مطابق اس طرح اردو میں منتقل کیا ہے کہ ترجمے پر تخلیق کا گماں ہوتا ہے۔“[20]

کتاب کو ضخامت سے بچانے کے لیے فارسی متن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ ”آہنگ پنجم“ کے متن میں موجود اشعار کا ترجمہ محمد عمر مہاجر کے ترجمے میں نہیں کیا گیا جب کہ تنویر احمد علوی اور پرتو روہیلہ کے تحریر کردہ تراجم میں فارسی اشعار کے تراجم پر خاص محنت کی گئی ہے۔ پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کے ترجمے کے سلسلے میں ”پنج آہنگ“ کے باقاعدہ تین تراجم ہو چکے ہیں۔ اب ہم ان تینوں ترجموں کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔

ذیل میں ”مولوی محمد علی خان“ کے نام لکھے گئے ایک خط کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس کے مترجم محمد عمر مہاجر ہیں:

> ”قبلۂ خدا پرستاں و کعبۂ حق جویاں سلامت! گزارش مراسم نیاز کو تقریب کامیابی اور حصول سعادت کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حامل مکتوب گواہ ہے کہ میں یہ خط کس حالت میں لکھ رہا ہوں۔ جمعرات کو موڑہ پہنچا اور اتوار تک وہیں ٹھہرا رہا۔ پیر کی صبح کو موڑہ سے چلا اور رات ایک گاؤں میں گزاری۔ منگل کو چلا تارا پہنچا۔ اگر زندگی باقی رہی تو کل صبح فتح پور روانہ ہو جاؤں گا۔ زیادہ حدِ ادب۔“[21]

اس خط کے القاب کو مکمل طور پر ترجمہ نہیں کیا گیا نیز مشکل الفاظ اور مرکب اضافی کا بے جا استعمال عبارت کی سلاست کو متاثر کر رہا ہے۔ ”اوراق معانی“ میں ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے ”پنج آہنگ“ کے اس خط کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”قبلۂ خدا پرستان و کعبۂ حق پژوہاں سلامت۔ خاطر عاطر کو اپنی طرف توجہ دلانا اصول سعادت کے لوازم میں شمار کرتے ہوئے مراسم نیاز مندی کی گزارش کو کامیابی کی تقریب

خیال کرتا ہوں۔ اس مکتوب کا حامل کہ جس کا ہاتھ آجانا محض حسن اتفاق ہے اس معنی پر گواہی دے گا کہ میں کس عالم میں یہ خط تحریر کر رہا ہوں۔ بہر حال پنج شنبہ کا دن "مودہا" میں پہنچ کر یک شنبہ تک آرام کیا۔ دو شنبہ کو کوچ کا نقارہ بجایا اور ایک رات ایک گائوں میں بسر کر کے سہ شنبہ کو چلا تارا پہنچا۔ خدا کا شکر ہے کہ درد سر کی تکلیف باقی نہیں اور بخار نے بھی سوادِ طبع سے رختِ سفر باندھ لیا۔

خاطر جمع رہیں آج میں چلہ تارا پہنچوں گا اور کل صبح اگر زندگی باقی ہے تو فتح پور تک راستہ طے کیا جائے گا۔ زیادہ حدِ ادب۔"[22]

اس ترجمے میں بھی القاب کا باقاعدہ ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اس کی ایک وجہ مشکل تراکیب بھی ہو سکتی ہیں جن کی وجہ سے مترجم نے القاب کو اپنی اصلی حالت میں رہنے دینا مناسب سمجھا ہے۔ اس ترجمے کی جملہ سازی محمد عمر مہاجر کے ترجمے سے زیادہ رواں اور سلیس ہے۔

پرتو روہیلہ کے پاس "پنج آہنگ" کے دونوں تراجم موجود تھے۔ "آہنگ پنجم" میں انھوں نے محمد علی خان صدر امین باندا کے نام آٹھ خطوط ترجمہ کیے ہیں۔ خط مذکورہ کو اولیت حاصل ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

"اے خدا پرستوں کے محور اور اے حق کی تلاش کرنے والوں کے مرکز، خدا آپ کو سلامت رکھے، خاطر خطیر کو اپنی یاد دلانا حصول سعادت کے لوازمات میں تصور کر کے اظہار مراد نیاز کو میں کامیابی کی تقریب خیال کرتا ہوں۔ اس خط کا حامل کہ جس کا وجود محض حسن اتفاق ہے اس حقیقت کا گواہ ہے کہ میں نے کس حالت میں تحریر کیا ہے۔ بہر حال جمعرات کے دن موڈھا پہنچ کر اتوار تک آرام کیا پیر کے دن کوچ کا نقارہ بجا کر رات ایک گائوں میں بسر کر کے ہفتے کے دن چلہ تارا پہنچا۔ خدا کا شکر ہے کہ دردِ سر اور بخار نے طبیعت کے صحن سے اپنا سامان باندھ لیا۔ خاطر جمع رکھیں۔ آج رات چلہ تارا پہنچ کر کل صبح اگر زندگی باقی ہے تو فتح پور کے سفر کی تیاری کی جائے گی۔ زیادہ حد ادب۔"[23]

ان تینوں خطوط کے تراجم کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پرتو روہیلہ کا ترجمہ کردہ خط نسبتاً رواں اور سلیس ہے مثلاً ان کے خط میں القاب و آداب کا مناسب ترجمہ کر دیا گیا ہے جب کہ اس سے پہلے کے دونوں تراجم کے القاب و آداب کے ترجمے کو مزید ترجمے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

منشائے مصنف کو مد نظر رکھنا ترجمہ نگاری کے اصولوں میں بنیادی اصول ہے جسے پرتو روہیلہ نے بدرجہا اتم برتا ہے نیز غالب فہمی کی بدولت اس اسلوب کو بھی اردو زبان میں منتقل کیا ہے جو غالب کی انفرادیت تھا۔ غالب کی پنشن کے مسائل، انگریزوں کے ظلم و ستم، مسلمانوں کی بے بسی، ہندوستان کی تہذیب و معاشرت ان فارسی خطوط کے تراجم سے دور حاضر کے قارئین تک باقاعدہ طور پر پہنچے ہیں۔

متفرقات غالب:

"متفرقات غالب" غالبؔ کے فارسی خطوط کے ترجمے کے سلسلے میں پرتوروہیلہ کی پانچویں اور آخری کاوش ہے اس کے ساتھ ہی غالب کے فارسی خطوط کے تراجم کا کام مکمل ہو گیا۔ ادارۂ یادگار غالب کراچی نے ۲۰۰۵ء میں یہ کتاب شائع کی۔ اس مجموعۂ خطوط کے صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے، جس میں ۴۹ خطوط فارسی کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ فاضل مولف سید مسعود حسن رضوی نے "متفرقات غالب" کے مجموعے کو مرتب کر کے ۱۹۴۷ء میں پہلی بار شائع کیا تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کے کل ۴۹ خطوط میں سے ۱۲ خطوط معمولی لفظی اختلافات کے ساتھ "پنج آہنگ" میں بھی موجود ہیں۔ جب کہ دو خط متن کے غیر معمولی اختلاف کے ساتھ مذکورہ بالا مجموعے میں شامل ہے۔ ڈاکٹر شکیل پتافی کے نزدیک سابقہ تراجم کی نسبت پرتو کا یہ ترجمہ نہایت بلیغ اور سلیس اردو میں ہے اس مجموعے میں غالب کے پانچ اشخاص کے نام ۴۹ خطوط شامل ہیں جن میں مولوی سراج الدین کے نام اکیس (۲۱)، مرزا احمد بیگ خان کے نام چھ (۶)، مرزا ابو القاسم کے نام بیس (۲۰) اور جام جہاں نما اور شیخ ناسخ کے نام ایک ایک خط شامل ہے۔

اس ترجمے میں اردو ترجمے کے ساتھ ساتھ فارسی متن بھی شامل کیا گیا ہے نیز مکتوب الیہم کے سوانحی حالات اور فرہنگ مرتب کرنے سے اس مجموعے کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں خطوط فارسی کا اردو ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں فارسی متن جب کہ تیسرے حصے میں مکتوب الیہم کے سوانحی احوال لکھے گئے ہیں جب کہ چوتھے اور آخری حصے میں فرہنگ مرتب کی گئی ہے۔ فاضل مترجم کا پہلا ترجمہ "نامہ ہائے فارسی غالب" کے بارے میں کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ اس کا خط بہت تاریک ہے چنانچہ "متفرقات غالب" کی تحریر میں اس نقص کو بھی دور کر دیا گیا ہے۔[24]

پرتوروہیلہ نے کتاب نگر، دین دیال روڈ، لکھنؤ (۱۹۶۹ء) کے دوسرے ایڈیشن سے مکتوبات فارسی غالب کا اردو ترجمہ کیا۔ حسب معمول ترجمہ کرتے ہوئے فاضل مترجم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ وہ متن کے عین مطابق ہو۔ اگر ایسا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو سکے تو جس قدر ہو سکے متن کے قریب ترین ہو۔ مترجم کا کام صرف مصنف کے خیال کی دوسری زبان میں منتقلی کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ مصنف کے اسلوب نگارش سے بھی قاری کو آشنا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ فاضل مترجم نے اکثر و بیشتر اظہار و بیان کا وہ طریقہ جو اس زمانے میں رائج تھا ترجمے میں بھی برقرار رکھا ہے اس خصوصیت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی رقم طراز ہیں:

> "پرتوروہیلہ کو فارسی زبان پر عبور حاصل ہے اور اپنے علم و وجدان کے طفیل غالب کے انداز فکر اور طرز احساس کو گرفت میں لانے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کی استعاراتی فارسی نثر کو انھوں نے اس طرح اردو کا جامہ پہنایا ہے گویا غالب نے یہ مکاتیب اردو ہی میں لکھے تھے۔ یقیناً یہ پہاڑ جیسا کام تھا جسے انھوں نے بے حد محنت اور انتہائی سلیقے سے انجام دیا ہے۔ اس کارنامے پر میں جناب پروتوروہیلہ کو، اونچا ہاتھ اٹھا کر، خلوص دل سے سلام کرتا ہوں۔"[25]

اس ترجمے میں گفتگو کی روانی برقرار رکھنے اور عبارت کی بے ربطی دور کرنے کے لیے جملوں کے درمیان قوسین میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو اصل متن میں موجود نہیں ہیں لیکن ترجمے میں ان کے استعمال سے روانی اور سلاست پیدا ہوئی ہے مثلاً:

> ”پوشیدہ نہ رہے کہ پچھلے فدوی نامے میں اس ذیل میں جو بات کہی گئی تھی وہ مکمل وضاحت سے تھی۔ ورنہ مجھ جیسے انسان کے لیے کہ جو (قرض خواہوں کے) تقاضوں کی کشمکش کا عادی ہے اور (جس نے) ایک طویل مدت قرض کے اضطراب میں گزاری ہے اس ہنگامے سے دل کو کوئی تنگی اور دکھ نہیں ہوتا۔“[26]

اس مجموعے کے بیشتر مکتوب الیہم کے کوائف وسوانحی احوال عبدالرئوف عروج کی ”بزم غالب“ کتاب سے لیے گئے ہیں جب کہ جام جہاں نما کی معلومات حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر طاہر مسعود کی مشہور تصنیف ”اردو صحافت انیسویں صدی میں“ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح شیخ ناسخ کے کوائف کے لیے فاضل مترجم نے ڈاکٹر جمیل جالبی سے مدد لی۔ اس مسودے کی تسوید ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے کی ہے۔ انھوں نے ”پنج آہنگ“ میں بھی فاضل مترجم کی اعانت کی تھی۔() ”متفرقات غالب“ کا ترجمہ فاضل مترجم نے ”نامہ ہائے فارسی غالب“ کے ترجمے کے فوراً بعد کیا تھا اور ۱۹۹۸ء کے آغاز میں یہ ترجمہ طباعت کے لیے تیار تھا مگر یہ ترجمہ پرتو روہیلہ کے تمام تراجم میں سب سے آخر پر شائع ہوا۔

اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ۳۵ خطوط پہلی مرتبہ اردو زبان میں ترجمے کیے گئے ہیں جب کہ باقی ۱۴ خطوط میں سے ۱۲ خطوط معمولی لفظی اختلافات کے ساتھ اور ۲ خط غیر معمولی اختلاف کے ساتھ ”پنج آہنگ“ کے مجموعے میں شامل ہیں۔ اس مجموعے کے ترجمے میں بتدریج بہتری آئی ہے جبکہ پہلے (نامہ ہائے فارسی غالب) ترجمے سے زیادہ رواں اور سلیس ہے۔ مترادفات کا استعمال کیا گیا ہے نیز خطوط میں موجود فارسی اشعار کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ اس سے قبل فارسی اشعار کو بعینہٖ لکھا گیا تھا۔ القاب وآداب کا مناسب ترجمہ کیا گیا ہے۔

بحیثیت مجموعی کہا جاسکتا ہے کہ پرتو روہیلہ نے محنت سے غالب کی پانچوں فارسی خطوط کی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میدان میں کئی مترجمین نے مختلف ادوار میں طبع آزمائی کی۔ کسی نے ”نامہ ہائے فارسی غالب“ کا ترجمہ کر دیا اور کسی نے صرف ”آہنگ پنجم“ کے بعد ہی اس راہ کو خیر باد کہا۔ اسی طرح کسی نے ”باغ دودر“ کے بعد اس میدان سے کنارہ کر لیا۔ غرض یہ کہ پرتو روہیلہ نے نہایت دل جمعی اور ثابت قدمی سے مکتوبات فارسی غالب کی پانچوں کتابوں کا مرحلہ وار ترجمہ کیا ہے۔ ”متفرقات غالب“ کے ترجمے کے مکمل ہونے پر ڈاکٹر جمیل جالبی فاضل مترجم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ”پچھلے دس سال میں غالب پر جتنے قابل ذکر کام ہوئے ہیں۔ پرتو کے یہ تراجم، معیار ومقدار دونوں کے اعتبار سے نمایاں وروشن ہیں۔ فارسی خطوط غالب کے اردو تراجم سے انھوں نے اس بے بہا خزانے کا دروازہ کھول دیا ہے جو گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے مقفل پڑا تھا۔ اب فوری ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت پاکستان پرتو روہیلہ کے ان سارے اردو تراجم کو ”کلیات مکتوبات فارسی غالب“ کے عنوان سے جلد شائع کرے تاکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عاشقان غالب ان اردو تراجم سے لطف اندوز ومستفید ہو سکیں اور پاکستان کا نام ساری دنیا میں روشن ہو۔“[27]

کلیات مکتوبات فارسی غالب:

نیشنل بک فائونڈیشن، اسلام آباد نے پرتو روہیلہ کے غالب کے فارسی خطوط کے تمام تراجم ۲۰۰۸ء میں شائع کیے اور اس ''کلیات مکتوبات فارسی غالب'' میں غالب کے تمام دستیاب فارسی خطوط کا ترجمہ درج کر دیا ہے بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی ادبی خدمت ہے۔ اس طبع اوّل کے صفحات کی کل تعداد ۸۱۳ ہے۔ اس کلیات کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے آخر میں مکتوب الیہم کے حالات زندگی نہایت احتیاط اور سلیقے سے درج کیے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں مکتوبات فارسی متن دیا گیا ہے۔ اس کلیات میں ''نامہ ہائے فارسی غالب''، ''باغ دودر''، ''مآثر غالب''، ''آہنگ پنجم'' اور ''متفرقات غالب'' کے تمام ۳۴۱ خطوط یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ایک ایسی ادبی خدمت ہے کہ اسے ہر صورت سراہا جانا چاہیے۔

''کلیات مکتوبات فارسی'' کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۰۱۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن، نیشنل بک فائونڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس اشاعت کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں غالب کے چوالیس (۴۴) غیر مدون خطوط بھی فارسی متن اور ترجمہ کے ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس ضخیم کلیات کے ''پیش لفظ'' میں ڈاکٹر انعام الحق جاوید رقم طراز ہیں:

> ''اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غالب کے چوالیس (۴۴) غیر مدون خطوط بھی فارسی متن اور ترجمہ کے ساتھ شامل ہیں اور اب نیشنل بک فائونڈیشن کو یہ نیا ایڈیشن پیش کرتے ہوئے فخر حاصل ہے کہ ادبی دنیا میں کوئی ایسا غالب کا فارسی مکتوب نہیں جو اس کتاب میں شامل نہ ہو اور جس کا اردو ترجمہ رہ گیا ہو۔ گویا غالب کی یہ فارسی کی قلمرو اب اردو کے زیر نگیں آ گئی ہے۔''[28]

۹۷۲ صفحات پر مشتمل اس ضخیم کلیات میں سب سے پہلے غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مکتوب الیہم کے حالات زندگی درج کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ترتیب میں غالب کے فارسی خطوط کا متن شامل کیا گیا ہے اور سب سے آخر میں غالب کے غیر مدون ۴۴ فارسی خطوط کا اردو ترجمہ اور فارسی متن درج کیے گئے ہیں۔ ''واحد متکلم'' کے عنوان سے فاضل مترجم لکھتے ہیں کہ ''نامہ ہائے فارسی غالب'' کے ترجمے میں قیاسی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے اور بریکٹ میں لفظ قیاسی لکھ دیا گیا ہے۔ ''باغ دودر'' کے مکتوبات کے ترجمے کے حوالے سے وزیر الحسن عابدی کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ''مآثر غالب'' کے ترجمے کے لیے قاضی عبدالودود کا وہ نسخہ پیش نظر رکھا گیا ہے جو انھوں نے ۱۹۴۸ء میں مرتب کیا تھا اور جو ادارہ تحقیقات اردو پٹنہ ہندوستان سے دوسری مرتبہ ۱۹۹۵ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ فاضل مترجم نے آہنگ پنجم کے مکتوبات کے ترجمے کے لیے پنج آہنگ کے اس ایڈیشن سے کیا ہے جو مطبوعات مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۱۹۶۹ء میں سید وزیر الحسن عابدی کی تدوین و تصحیح و تحقیق کے ساتھ شائع کیا تھا۔ متفرقات غالب کے ترجمے کے لیے پرتو روہیلہ نے کتاب نگر دیال روڈ لکھنو کا ۱۹۶۹ء کا دوسرا ایڈیشن پیش نظر رکھا۔ آہنگ پنجم کے خطوط کی تعداد ۱۶۹ ہے جو ۷۱ مکتوب الیہم کو تحریر کیے گئے ہیں جب کہ باقی چاروں کتابوں کے مجموعی خطوط ۱۷۲ ہیں جو ۲۹ مکتوب الیہم کو لکھے گئے ہیں۔ اس طرح آہنگ پنجم کا انفرادی دائرہ باقی کتابوں کے دوگنے سے بھی زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ اس کے بہت سے مکتوب الیہم دوسری چاروں کتابوں میں مشترک ہیں۔ سو اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے فاضل مترجم و مرتب نے کلیات مکتوبات فارسی غالب کی ترتیب و تالیف آہنگ پنجم کے خطوط کی بنیاد پر رکھی ہے۔

مترجم کا یہ خیال ایک لحاظ سے درست ہے مگر اس طریقے سے کلیات کو مرتب کرنے سے ایک نقصان یہ ہوا ہے کہ پانچوں کتابوں کی اپنی الگ حیثیت متاثر ہوتی ہے۔ اگر زمانی ترتیب سے ہر کتاب کو درج کر دیا جاتا تو پیچیدگی سے بچا جا سکتا تھا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد رقم طراز ہیں:

”مگر کلیات کو اس طرز پر ترتیب دینے کا نقصان یہ ہوا کہ نامہ ہائے فارسی کے جملہ خطوط اور باغ دودر، مآثر غالب اور متفرقات غالب کے بیش تر خطوط ”آہنگ پنجم“ میں شامل ہو گئے اور ان کتابوں کی جداگانہ حیثیت مجروح ہوئی۔ موجودہ صورت میں مآثر غالب کی ذیل میں صرف تین مکتوب الیہم اور متفرقات غالب کی ذیل میں صرف دو مکتوب الیہم باقی رہ گئے ہیں۔“[29]

فاضل مترجم و مرتب نے اس کلیات کی ترتیب میں پہلے اردو ترجمہ پھر مکتوب الیہم کے احوال اور پھر فارسی متن پیش کیا ہے اور غیر مدون مکاتیب کو ایک الگ حیثیت سے کلیات کے آخر میں فہرست، اردو ترجمہ اور فارسی متن کے تحت درج کیا ہے۔ مختلف مجموعوں میں کئی خطوط ایک ہی مکتوب الیہ کے نام ہیں اور مشترک ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ غالبؔ نے دوسری اور تیسری طباعت میں ان کے متن کو تبدیل کر دیا تھا۔ ان خطوط میں اشتراک ہوتے ہوئے بھی متن میں اختلاف پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ فاضل مترجم و مرتب نے ان کو علیحدہ خط کی صورت میں شامل کر دیا ہے اور حواشی میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

ایک محتاط مترجم کی طرح انھوں نے عبارت کے مقدرات کو ترجمہ کرتے ہوئے قوسین میں رکھا ہے اس انداز کے باعث جملے میں روانی اور سلاست پیدا ہوئی ہے نیز پہلی کتاب کے ترجمے سے آخری کتاب کے ترجمے تک ان کی ترجمہ نگاری میں بتدریج نکھار ملتا ہے۔ قوسین کا استعمال ابتدا میں زیادہ ہے جو بتدریج کم ہوا ہے۔ ان پانچوں مجموعات کے القاب و آداب کا ترجمہ شعوری طور پر نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں مترجم کا کہنا ہے کہ ہر لفظ اور ہر فقرے کا ترجمہ کرنا اصل متن کی روح کو زخمی کرنے کے مترادف ہے۔(33) لیکن ان پانچوں کتابوں کے ترجمے کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ان کے ترجمہ نگاری کے فن میں ارتقا ملتا ہے وہیں ان کے القاب وآداب کے ترجمے میں بھی سادگی در آئی ہے۔

مترجم و مرتب نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہر مکتوب الیہ کے بارے میں ممکنہ اور مستند ذرائع سے اس کے حالات زندگی معلوم ہو سکیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حنیف احمد نقوی نے بہت تعاون کیا ہے۔ اس سلسلے میں پرتو روہیلہ لکھتے ہیں:

”انھوں نے متداولہ تذکروں سے حاصل کردہ کوائف میں جابجا تواریخ پیدائش و وفات کے سنین میں اصلاحات بھی فرمائی ہیں اور اپنی بروقت ہدایت اور رہنمائی سے اس تالیف سے بہت سے ایسے اشتباہات کو دور کر دیا ہے جو اگر باقی رہ جاتے تو اس میں ایک بدنما داغ ہوتے۔“[30]

کلیات میں شامل بیشتر مکتوب الیہم کے احوال عبد الرئوف عروج کی کتاب ”بزم غالب“ سے لیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سید حنیف نقوی اور مشفق خواجہ بھی اسی سلسلے میں معاون رہے۔ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اس ضمن میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کلیات میں شامل بیشتر مکتوب الیہم کے احوال عبد الرئوف عروج کی کتاب "بزم غالب" سے مستفادہ ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ عروج صاحب کی یہ کتاب ایک اہم ماخذ ہے تاہم دیگر منابع سے بھی اگر استفادہ کیا جاتا تو مکتوب الیہم کے احوال حیات بہتر انداز میں مرتب ہو سکتے تھے۔"[31]

مجموعی طور پر پرتو روہیلہ نے بھرپور لگن سے اس کلیات کو ترجمہ و تدوین کیا ہے۔ وہ انکم ٹیکس کے محکمے سے وابستہ رہے یہ عظیم کام انھوں نے اپنے اردو شعر و ادب سے محبت اور غالب سے وابستگی کی بدولت سرانجام دیا۔ اپنے عہد اور اپنے معاصرین مترجمین میں ان کا ایک منفرد اور ممتاز مقام ہے اس "کلیات مکتوبات فارسی غالب" جیسا کام آج تک پاک و ہند میں اس سے قبل نہ ہوا۔

کلیات مکتوبات فارسی غالب کے آخری حصے میں غالب کے چوالیس (۴۴) نودریافت، غیر مدون مکتوبات کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ غالب کے کلام کو یکجا کرنے کا عمل ان کی زندگی میں شروع ہو چکا تھا، اس کے باوجود کچھ کلام غیر مدون رہا ہے۔ غالب کے اردو اور فارسی خطوط کے متعدد مجموعے مرتب ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد فاضل محققین نے مختلف اوقات میں اپنی دلچسپی کے مطابق غالب کے کلام پر تحقیق کی ہے لیکن پرتو روہیلہ کا کام بہت منفرد ہے۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ غالب کے فارسی مجموعات خطوط کا ترجمہ کیا ہے بلکہ کلیات مرتب کرنے کے بعد اس کے دوسرے ایڈیشن میں غالب کے پراگندہ فارسی خطوط کو بھی یکجا کر کے ترجمہ کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

"ان سارے خطوط کا اردو ترجمہ کرنے کا ایک بے حد دشوار اور گراں کام کیا اور فارسی کے سارے مدون خطوط کو یکجا کر کے ان کا ترجمہ کیا اور ایک "کلیات مکتوبات فارسی غالب" مرتب کر کے شائع کیا جو غالبیات میں ایک بے مثال کارنامہ ہے اور ایک بنیادی مآخذ کی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ ایک بے حد وقیع اور پرشکوہ کارنامہ ہے جو غالب کے مطالعے کے لیے بطور ماخذ غالبیات کے سارے ذخیرے میں اپنی نوعیت اور اہمیت کے باعث ایک یادگار کے طور پر شمار ہوتا رہے گا۔"[32]

ان خطوط میں سے دس خطوط سید علی غمگین عرف "حضرت جی" کے نام ہیں۔ "غالب اور غمگین کے فارسی مکتوبات" ۲۰۱۲ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں جب یہ خطوط فاضل مترجم و مرتب تدوین کر رہے تھے تو انھیں اس بات کا خیال آیا کہ غالب کے ان فارسی خطوط کو جو ہندوپاک کے بڑے بڑے ثقہ ادبی مجلوں میں جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ انھیں یکجا کر دیا جائے اس سلسلے میں وہ "واحد متکلم" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ غالب کے تمام فارسی مکتوبات جو موتیوں کی طرح ہندوپاک کے کونے کھدروں میں صاحبان علم وادب کی نظر سے دور پڑے تھے۔ اس مجموعے میں یکجا کر دیئے گئے ہیں، لیکن اس قدر ضرور کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم میری دانست میں، اب غالب کے وہ سارے فارسی خطوط جو کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی طباعت پذیر ہو چکے تھے اس مجموعے میں شامل ہیں۔ آئندہ جو خطوط منصۂ شہود پر آئیں گے وہ یقیناً محققین کی لاثانی

کاوشوں کا نتیجہ ہوں گے اور یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس کا احاطہ اس وقت کسی صورت ممکن نہیں۔"33

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کلیات مکتوبات فارسی غالب میں خطوط کی تعداد ۳۴۱ ہے غیر مدون مکتوبات کی تعداد ۴۳ ہے جب کہ نو دریافت ایک خط ہے۔ گویا کل تعداد خطوط فارسی ۳۸۵ ہے جن کا ترجمہ فاضل مترجم نے سرانجام دیا ہے۔ اس عظیم کارنامے پر ڈاکٹر تبسم کاشمیری رقم طراز ہیں:

"یہ غالب کی خوش قسمتی تھی کہ اسے سوانح نگار ملا تو حالیؔ جیسا، نقاد ملا تو عبد الرحمن بجنوری جیسا، محقق ملے تو عرشی، حمید احمد خاں اور قاضی عبد الودود جیسے، شارحین ملے تو شاداںؔ ،مہرؔ، شمس الرحمن فاروقی جیسے۔ غالب کی خوش قسمتی مسلسل اس کا ساتھ دیتی رہی۔ نتالیا پری گارینا کی صورت میں ایک بے مثال ادبی سوانح نگار نے غالب کے شخصی اور شعری مرقع کو ایک نئی تکنیک سے پیش کیا۔ مہرؔ، عرشیؔ اور خلیق انجم نے غالب کے اردو خطوط کی تدوین کی۔ اس کے بعد غالبؔ کے دستیاب شدہ فارسی خطوط کا ترجمہ ایک جلد میں جس مترجم نے پیش کیا اس کا نام پرتوروہیلہ ہے۔"34

مختصر یہ کہ فاضل مترجم نے غیر جانبداری، خلوص، لگن، عقیدت اور محبت سے غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ غالب کے اردو خطوط ان کی زندگی کے صرف آخری بیس بائیس برسوں کے احوال و کوائف پر مشتمل ہیں۔ اس کے برعکس فارسی خطوط شباب سے لے کر پچاس سال سے کچھ زائد عمر تک کے نشیب و فراز حیات سے متعلق معلومات کا قیمتی خزانہ ہے۔ پرتوروہیلہ سے قبل کسی نے اس میدان میں تندہی سے کام نہیں کیا جس کے یہ خطوط مستحق تھے۔ غالب کے محققین، سوانح نگاروں اور شارحین کے لیے ان فارسی مکتوبات میں بہت قیمتی مواد موجود ہے۔ غالبؔ کے عقیدت مندوں نے وقتاً فوقتاً اس طرف دھیان دیا مگر غالب کی فارسی نثر کی ہمہ رنگی کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی مشکلات کا خیال مانع رہا بعض اہل علم نے کسی ایک مجموعے خطوط کو اردو میں منتقل کیا۔ مثلاً باغ دودر کا ترجمہ سید وزیر الحسن عابدی نے کیا۔ پنج آہنگ کا ترجمہ محمد عمر مہاجر نے کیا۔ اسی مجموعے کا ترجمہ "اوراق معانی" کے نام سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے کیا۔ لطیف الزمان خاں نام ور غالب شناس نے "نامہ ہائے فارسی غالب" کا اردو ترجمہ کیا لیکن ڈیڑھ صدی گزر جانے کے باوجود غالب کے تمام فارسی مکتوبات اردو کے قالب میں نہ ڈھل سکے۔ یہ سعادت نامور اردو شاعر اور فارسی دان پرتوروہیلہ کے حصے میں آئی ہے۔ انھوں نے مستقل مزاجی، استقامت اور سخت محنت سے غالب کے پانچوں مکاتیب فارسی کے مجموعات کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ان کا ترجمہ نہ صرف مقداری بلکہ معیاری لحاظ سے بھی عمدہ ہے۔ ان کے ہم عصر مترجمین میں ان کا م منفرد اور ممتاز ہے۔ انھوں نے "نامہ ہائے فارسی غالب" سے لے کر "متفرقات غالب" تک ایک طویل اور مشکل سفر طے کیا ہے ان کے نزدیک یہ ایک پہاڑ جیسا کام تھا۔ غالبؔ کے اظہار بیان کی لطافت اور اسلوب نگارش کی چاشنی کو اردو میں ترجمہ کرنا اور ترجمے میں تخلیقی شان پیدا کرنا بلاشبہ پرتوروہیلہ کا کارنامہ ہے۔ اس ادبی و تحقیقی کاوش میں بتدریج نکھار ملتا ہے۔ ہر مجموعے کا ترجمہ پچھلے مجموعے کے ترجمے سے عمدہ ملتا ہے۔ ان کے ترجمے میں مرزا غالب کے رنگ اسلوب کی واضح جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ۱۹۹۶ء سے ۲۰۱۵ء تک ان کا یہ ادبی سفر جاری رہا۔ انھوں نے اپنی دانست میں غالبؔ کے تمام فارسی خطوط اردو زبان میں ترجمہ کر دیئے ہیں۔ "غالبیات" میں توجہ اور

دل چسپی کسی دور میں بھی کم نہیں ہوئی۔ غالب کا عہد، اس کی شخصیت اور کلام آئندہ بھی قارئین اور محققین کے لیے نئے موضوعات سامنے لاتے رہیں گے۔ اس سلسلے میں جن وسائل اور مآخذ سے استفادہ لازم رہے گا ان میں غالب کے فارسی خطوط بھی شامل ہوں گے۔ سورو ہیلہ صاحب کی یہ عظیم ادبی خدمت ایک لازمے کی حیثیت سے ہمیشہ باقی رہے گی۔ خاص طور پر غالب کے منتشر اور بکھرے ہوئے فارسی خطوط جو پانچ مجموعات کے علاوہ تھے۔ انھیں یکجا کر کے ترجمہ کرنا ایک بہت دشوار کام تھا۔ انھوں نے انشائے غالب کو منشائے غالب کے مطابق اس طرح اردو کے قالب میں ڈھالا ہے کہ ترجمے پر تخلیق کا گمان کرتا ہے۔ متواتر مشق سے انھوں نے ڈیڑھ سو سال سے بند ادب عالیہ کا وہ دروازہ کھول دیا ہے جو خصوصاً اردو والوں کے لیے مقفل تھا۔ اپنے اس کارنامے کی بدولت غالب کے ساتھ ساتھ پرتو روہیلہ بھی یاد رکھے جائیں گے۔

(الھوامش *References*)

[1] عبد الحق، ڈاکٹر: مذہبی تصانیف کے اردو تراجم؛ مرتب ڈاکٹر قمر رئیس، ترجمہ کا فن اور روایت؛ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2004ء ص 247

Abdul Haq, Dr. Urdu Translations of Religious Books, In “Art of Translation and its Tradition” Compiled by Dr. Qamar Raees, Educational Book House, Ali Garh. 2004. P 247

[2] حنیف نقوی، پروفیسر: غالب کے فارسی خطوط، مجلس ترقی ادب، لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۱۶۔

Hanif Naqvi, Prof. Ghalib kay Farsi Khatoot , Majlis-e-Taraqi-e- Adab, Lahore, 2018, P 16

[3] پرتو روہیلہ "نامہ ہائے فارسی غالب" کراچی، ادارہ یادگارِ غالب، 1999ء، ص 11

Partav Rohilla, “Nama Haye Farsi-e-Ghalib”, Idara-e-Yadgar-e-Ghalib, Karachi, 1999, P 11

[4] ایضاً، ص 12

Ibid, P 12

[5] ایضاً، ص 12

Ibid, P 12

[6] شکیل پتافی، ڈاکٹر: پاکستان میں غالب شناسی، بیکن ہاؤس، ملتان، ۲۰۱۴ئ، ص 446

Shakil Pitafi, Doctor: Pakistan Main Ghalib Shanasi, Beacon House, Multan, 2012, P 446

[7] پرتو روہیلہ: نامہ ہائے فارسی غالب، ص ۶۹

Partav Rohilla: “Nama Haye Farsi-e-Ghalib”, P 69

[8] شکیل پتافی، ڈاکٹر: پاکستان میں غالب شناسی، ص ۴۴۷

Shakil Pitafi, Doctor, Pakistan Main Ghalib Shanasi, P 447

[9] ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر: کلیات مکتوبات فارسی غالب: ایک تحیر آفرین کارنامہ، مشمولہ الماس، ص 270-271

Arshad Mehmood Nashad, Doctor: Kuliyaat e Maktoobat Farsi Ghalib: Aik tahayyur Aafreen karnama, mishmula Almas, P 270-271

[10] پرتو روہیلہ: نامہ ہائے فارسی غالب (اردو ترجمہ)، ص 94

Partav Rohilla: “Nama Haye Farsi-e-Ghalib”, P 69

11 پرتوروہیلہ: باغ دودر میں شامل غالب کے فارسی خطوط، بزم علم وفن پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص8-9

Partav Rohilla: Bagh-e-Do Der mein shamil Ghalib kay Farsi Khatoot, Bazm-e-Ilm-o-Fun Pakistan, Islamabad, 2000, P 8-9

12 شکیل پتافی، ڈاکٹر: پاکستان میں غالب شناسی، ص۴۴۸

Shakil Pitafi, Doctor, Pakistan Main Ghalib Shanasi, P 448

13 پرتوروہیلہ: باغ دودر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اردو ترجمہ، ص24

Shakil Pitafi, Doctor, Pakistan Main Ghalib Shanasi, P 24

14 پرتوروہیلہ (مترجم): مآثر غالب، مرتبہ قاضی عبدالودود، ادارۂ یادگار غالب، غالب، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص252

Partav Rohilla(Mutarjam): Maaser-e Ghalib, Murratiba Qazi Abdul wadood , Idara-e-Yadgar-e-Ghalib, Ghalib, Karachi,2000, P 252

15 ایضاً، ص253

Ibid, P 253

16 ایضاً، ص224

Ibid, P 224

17 حنیف نقوی، پروفیسر: غالب کے فارسی خطوط مجلس ترقی ادب، ص79

Hanif Naqvi, Prof. Ghalib kay Farsi Khatoot , Majlis-e-Taraqi-e- Adab , P 16

18 شکیل پتافی، ڈاکٹر: پاکستان میں غالب شناسی، ص۴۴۰

Shakil Pitafi, Doctor, Pakistan Main Ghalib Shanasi, P 440

19 پرتوروہیلہ: آہنگ پنجم (ترجمہ)، ادارۂ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص42

Partav Rohilla: Aanhag-e-Panjum(Tarjuma), Idara-e-Yadgar-e-Ghalib, Karachi, 2004, P 42

20 ایضاً، فلیپ

Ibid, Flap

21 محمد عمر مہاجر: مترجم پنج آہنگ (آہنگ پنجم)، ادارۂ یادگار غالب، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص80

Muhammad Umer Muahajir: Mutarjam Panj-e-Aahang (Aahang-e-Panjum), Idara-e-Yadgar-e-Ghalib, Karachi,1969, P 80

22 تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: اوراق معانی، بک کارنر، جہلم، ۲۰۱۶ء، ص78

Tanveer Ahmad Alvi, Doctor: Auraq Maani, Book Corner, Jehlum, 2016, P 78

23 پرتوروہیلہ: آہنگ پنجم (ترجمہ)، ص۱۲۹

Partav Rohilla: Aanhag-e-Panjum(Tarjuma), P 129

24 پرتوروہیلہ: متفرقات غالب، ادارۂ یادگار غالب، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص6

Partav Rohilla: Mutafariqaat-e-Ghalib, Idara-e-Yadgar-e-Ghalib, Karachi, 2005, P 6

25 ایضاً، فلیپ

Ibid, Flap

26 ایضاً، ص83

Ibid, P 83

27 ایضاً، فلیپ

Ibid, Flap

28 پرتو روہیلہ، کلیات مکتوبات فارسی غالب (ترجمہ)، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2015ء، ص7

Partav Rohilla: Kuliyaat-e-Maktoobat Farsi Ghalib (Tarjuma), National Book Foundation, Islamabad, 2015, P 7

29 ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر: کلیات مکتوبات فارسی غالب: ایک تحیر آفرین کارنامہ، مشمولہ الماس، ص 271

Arshad Mehmood Nashad, Doctor: Kuliyaat e Maktoobat Farsi Ghalib: Aik tahayyur Aafreen karnama, mishmula Almas, P 271

30 ایضاً، ص۱۱

Ibid, P 11

31 ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر: کلیات مکتوبات فارسی غالب، ایک تحیر آفریں کارنامہ، ص ۲۷۴

Arshad Mehmood Nashad, Doctor: Kuliyaat e Maktoobat Farsi Ghalib: Aik tahayyur Aafreen karnama, P 274

32 پرتو روہیلہ: کلیات مکتوبات فارسی غالب (ترجمہ)، ص822

Partav Rohilla: Kuliyaat-e-Maktoobat Farsi Ghalib (Tarjuma), P 822

33 پرتو روہیلہ: کلیات مکتوبات فارسی غالب (ترجمہ)، ص823

Partav Rohilla: Kuliyaat-e-Maktoobat Farsi Ghalib (Tarjuma), P 823

34 پرتو روہیلہ: غالبؔ اور غمگین کے فارسی مکتوبات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص فلیپ

Partav Rohilla: Ghalib aur Ghamgeen kay Farsi Maktoobat, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 2012, P Flap